ڈاکٹر طاہر سعید کے نام (۱۷)

ڈاکٹر حافظ محمد مقصود

"اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے"

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس کے بعد اقبال کہتا ہے کہ بے خدا سائنس کی وجہ سے انسانی قلب و دماغ سے رحمٰن کا نکل جانا اور یہاں شیطان کا ڈیرہ جمالینا کوئی نئی بیماری نہیں، بلکہ وہی پرانی بیماری ہے جس کا علاج کرنے کی خاطر آج سے سینکڑوں سال پہلے قرآن نازل ہوا تھا۔ چنانچہ یہ وہی دیرینہ بیماری اور دل کی وہی نامحکمی ہے جس کا علاج بھی وہی آبِ نشاط انگیز (قرآن) ہے۔ اور کوئی دوسری انسانی تجویز یا منشور یا چارٹر اس قرآن جیسی آبِ نشاط انگیز کا بدل نہیں ہوسکتا۔

پھر اقبال ایک تاریخی حقیقت کا حوالہ دے کر ساقی سے کہتا ہے کہ آج سے ایک عرصۂ دراز پہلے جب بے خدا علمیت، عقلیت اور فلسفہ کی ایک بڑی اور بے خدا چٹان اسلام کے رستے میں حائل ہوگئی تو اللہ تعالےٰ نے اسے توڑنے اور اُس وقت کے بے خدا فکر و فلسفہ کو دندان شکن جواب دینے کا کام رومی جیسے ذہین و فطین فردِ اُمّت سے لیا۔ مگر آج جبکہ بے خدا فکر و فلسفے کا ایک دوسرا طاغوت جدید مغربی سائنس کی شکل میں نمودار ہوچکا ہے، ایک دوسرے رومی کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے جو ع "طلسمِ عصرِ حاضر را شکستم" کے مصداق عصرِ حاضر کے اس شیطانی طلسم کو فاش فاش کردے عجم کے لالہ زاروں سے مجھے یہ امید تو ہے مگر ابھی تک وہاں سے دوسرا رومی نہ اُٹھ سکا۔ اس پورے پس منظر کو اب اقبال کے الفاظ میں سنیے:

لا پھر اِک بار وہی بادہ و جام اے ساقی!
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی!

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!
شیر مردوں سے ہُوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملّا کے غلام اے ساقی!
عشق کی تیغِ جگر دار اُڑالی کس نے؟
عِلم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!

اور

متاعِ دین و دانش لُٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی؟
وہی دیرینہ بیماری! وہی نامحکمی دل کی!
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی!
نہ اُٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

مگر پھر بھی شاعرِ مشرق ناامید نہیں ہے۔ چنانچہ آخر میں اپنا دردِ دل اپنی سدابہار امیدوں، آرزوؤں اور تمناؤں کی شکل میں پیش کرتے ہیں کہ اسی قوم کے اندر ایسے افراد بالخصوص نوجوان اٹھیں گے جن کے اندر اب بھی سوز اور تڑپ موجود ہے اور اسی خاکستر سے ذہین و فطین نوجوانوں کی شکل میں انشاء اللہ وہ چنگاری اچانک اٹھنے والی ہے جو مشرق و مغرب کی پوری وسعتوں کو اپنے نور سے منور کر دے گی اور یہ مٹی اتنی زرخیز ہے کہ تھوڑی سی نمی پا کر یہ اپنی زرخیزی سے پورے کرۂ ارضی کو باغ و بہار بنا سکتی ہے۔ ؎

نہیں ہے ناامید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اور یہی حقیقت ہے جس کا اظہار نعیم صدیقی نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ:

ـــــ ملّت کی یہ کھیتی ہے بڑی دیر سے پیاسی
اِس خاک کے ہر ذرّے پہ چھائی ہے اُداسی
موسم ہو جو موزوں تو یہ زرخیز ہے خاصی
اِس خاک کو نم چاہیئے بس ایک ذرا سی
اِس خاک کو سیراب کرو خوں سے خدارا
اے نیل کی موجو نہ کرو خوفِ کنارا!

اس ضرورت کے پیشِ نظر، جیساکہ ذکر کیا جاچکا ہے، محض تبلیغی قسم کی سعی اور جدّ جہد بالکل غیر مفید ہے جو ایک محدود اور جامد مذہبی تصور پیش کر رہی ہو۔ بلکہ ایک ایسی زبردست علمی تحریک کی ضرورت ہے جو گوشہ بندی اور چشم بندی کی پالیسی ترک کر کے آج تک کے انسان کی علمی کاوشوں کا معروضی جائزہ لے اور قومی، جماعتی، مذہبی اور اسی طرح ہر تعصب سے بالاتر ہوکر حقیقت کی نگاہ سے تجزیہ کرے اور پھر دورِ حاضر کی علمی اور ذہنی سطح (Intellectual Level) کے مطابق فلسفے کا جواب فلسفہ، فکر کا جواب فکر اور دلیل کا جواب دلیل سے دے۔ اس مقصد کے لیے لامحالہ ہمیں اپنی علمی سطح اس مقام تک پہنچانی ہوگی جہاں پر ہم دنیا کی ذہین اقلیت (Intellectual Minority) کو اُن کی زبان میں مخاطب کرسکیں۔ اگر ہم نے اس ضرورت کا احساس نہیں کیا تو ہماری مثال ایک ایسے اناڑی ڈاکٹر کی بات ہوگی جو اعلیٰ تعلیم کے لیے ولایت جارہا ہو، مگر انگریزی زبان صحیح طور پر بولنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو۔ چنانچہ یہ خامی اور کمی اس کے لیے ایک شدید رکاوٹ کا باعث بنے گی اور وہ وہاں جاکر نہ خود سمجھے گا، نہ دوسروں کو سمجھا سکے گا۔ کیونکہ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے جس ماحول میں جارہا ہے وہاں کے لیے کم سے کم جس علمی معیار کی ضرورت ہے وہ انگریزی زبان کی صحیح سمجھ بوجھ اور بول چال ہے۔

اسی مثال پر قیاس کرتے ہوئے اگر ہم ایک زبردست علمی تحریک کے ذریعے نوجوان نسلِ جدید کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح کے مطابق تیار نہ کرسکے تو عوام الناس

میں تو بے شک ہم بہت کچھ تبلیغ اور وعظ و نصیحت کرسکیں گے، مگر دلیل و برہان کی علمی سطح پر اُن ذہین و فطین افراد کو جو درحقیقت کسی قوم کا مکھن (cream of Nation) اور معاشرے کے اندر ریڑھ کی ہڈی (Back-bone) کی حیثیت رکھتے ہیں، ہم قرآن کی طرف ہرگز مائل نہیں کرسکیں گے۔ اور دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ ایک اٹل حقیقت ہے جس کی تکذیب ممکن نہیں کہ اگر پورے معاشرے یا بحیثیتِ مجموعی پوری دنیا کو ایک انسانی وجود یا وحدت سمجھا جائے تو ذہین اقلیت (Intellectual Minority) اس وجود کے لیے بمنزلۂ دماغ (Brain) ہے جو پورے جسم کے مختلف نظاموں کو کنٹرول کر رہا ہے — چنانچہ جب بھی اور جہاں بھی زندگی کے اجتماعی نظام کی عمارت استوار ہوئی ہے ایسے ذہین و فطین لوگوں کی صلاحیتوں نے اس کے لیے اینٹوں کا کام دیا ہے۔ آج جبکہ پوری دنیا میں ہدایت کی بجائے ضلالت اور روحانیت کی بجائے مادیت کا بت ڈنکے کی چوٹ پوجا جا رہا ہے اور نوعِ انسانی کی بدقسمت کشتی بے خدائیت کے ایک عمیق و اتھاہ بھنور میں گھر کر ہچکولے کھا رہی ہے اور چیختی، چلاتی اور کراہتی ہوئی انسانیت کی دمادم "اب ڈوبی تب ڈوبی" کی دردانگیز اور جگر گداز صدائیں پوری کائنات کو افسردہ کر رہی ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ ذہین و فطین طبقہ (Intellectual Class) یا وجودِ معاشرہ کا دماغ (Brain) اللہ تعالیٰ کے حقیقی تصور کو چھوڑ کر اس کے خلاف بغاوت پر اُتر آیا ہے اور یہی وہ شدید درد و کرب ہے جس کے طفیل باقی پورے کا پورا جسم (معاشرہ) ایک طویل چیخ و پکار کے بعد اب موت و حیات کی کشمکش میں اپنی زندگی کی آخری سسکیاں لے کر دم توڑ رہا ہے۔

پس ایک اور زبردست علمی تحریک کی ضرورت نہ صرف میرے دلِ ناصبور کی پکار ہے، بلکہ مجھے یقین ہے کہ یہ ہر اُس انسان کی آرزو اور تمنا بھی ہوگی جو علم بے خدا کے خنجر سے زخم خوردہ، اس کی ہلاکت و بربادی پر رنجیدہ اور انسانیت کی چیخ و پکار پر آبدیدہ ہو — آج عوام الناس سے کہیں بڑھ کر اعلیٰ فلسفیانہ

سطح پر اُس ذہین و فطین طبقے کو دعوتِ ایمان و یقین کی ضرورت ہے جن کے ہاتھوں میں عوام الناس کی زندگی کی باگ ڈور ہے اور جنہیں دعوت و تبلیغ ایک زبردست علمی تحریک کے بغیر ممکن نہیں ۔

چنانچہ قرآن مجید فرقانِ حمید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے مبعوث شدہ ہر نبی یا رسول نے سب سے پہلے اپنے وقت کی ذہین اقلیت (Int-elligentsia of The Age) کو مخاطب کیا۔ اور آج بھی اگر ہم ایک ایسی عظیم الشان علمی اور انقلابی تحریک برپا کر کے ایسے سربرآوردہ لوگوں تک قرآن کی دعوت پہنچا سکے تو اس سے نہ صرف یہ کہ ع "پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے" کے مصداق موجودہ باطل اور طاغوتی نظامِ اجتماعی کی چولیں ہل جائیں گی، بلکہ عوام کی ایک بڑی اکثریت کے لیے بھی دعوتِ حق قبول کرنے کا راستہ صاف ہو جائے گا۔ اس تصویر کو ذہن میں رکھ کر اگر قرآن مجید کے اندر اُن مقامات اور آیات کا مطالعہ کیا جائے جہاں انبیاء کرام کی زبانی دعوتِ توحید کا ذکر ہے تو متصلاً بعد یہ الفاظ ملیں گے کہ: "قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ . . . الخ " یعنی" قوم کے سرداروں (ذہین و فطین طبقے) نے جواب میں کہا — اس امر کی تصدیق کے لیے قرآن مجید کی محوّلہ ذیل آیات اور مقامات کو دیکھا جا سکتا ہے :

۱۔ سورۃ الاعراف : آیات ۵۸، ۵۹، ۶۶، ۷۵، ۷۶، ۸۸، ۹۰۔

۲۔ سورۃ ہود : آیات ۲۵، ۲۶۔

۳۔ سورۃ المؤمنون : آیات ۲۳، ۲۴، ۳۳، ۴۵، ۴۶۔

بقیہ: حرفِ اوّل

قارئین نوٹ کر لیں کہ 'حکمتِ قرآن' کا زیرِ نظر شمارہ دو اشاعتوں کا قائم مقام ہے۔ یعنی یہ مارچ اور اپریل ۹۲ء کا مشترک شمارہ ہے۔ بعض ناگزیر وجوہات کے باعث ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑا ہے' تاہم اس کی کمی کی تلافی کے طور پر اس پرچے کے صفحات کی تعداد میں قابلِ ذکر اضافہ کر دیا گیا ہے' جو قارئین کے لئے یقیناً موجبِ اطمینان ہو گا۔